شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر مدظلہٗ

قرآن کریم / ایک فطری اور ابدی دستورِ حیات

گو حسبِ تصریح علماءِ اصول دلائل اور براہین کی چار قسمیں ہیں (۱) کتاب اللہ (۲) سنت رسول اللہ (۳) اجماع (۴) قیاس مگر اجماع اور قیاس درحقیقت کتاب اور سنت ہی کی طرف راجع اور اسی کا ثمرہ ہے۔ لہٰذا کائنات کی رہبری کے لیے اصولی طور پر ہدایت دو حصوں اور درجوں میں منقسم ہے۔ ایک وہ حصہ ہے جو جمیع اصول تمام پختہ و غیر متغیر اور لازمی احکام اور اعمال پر مشتمل اور انسانی تصرف سے بالاتر اور اپنے الفاظ میں محفوظ و منضبط اور ہمیشہ کے لیے مخلوق کی ہدایت کا نصاب ہے اور اس ہدایت کے سرچشمہ کا نام وحی متلو اور قرآن مجید ہے۔

مذہب اور قانونِ فطرت اس معیار اور مقیاس کا نام ہے جو مقررہ و معین ضابطہ اور قانونِ کلی کی حیثیت رکھتا ہو۔ سچا اور صحیح مذہب اور آئین صرف وہی ہوتا ہے جس کی بنیاد حقیقی سچائی اور عالمگیر حقانیت پر ہو اور جس کے ذریعہ عقائد، اعمال اور اخلاق کو اچھا یا بُرا کہا جا سکے اور جس کی رو سے باطنی اور ظاہری اصلاح ہو سکے اور جس کے اصول قطعی اور اٹل ہونے کے ساتھ ایسے جامع ہوں جو کائنات کی دینی اور دنیوی حاجت روائی کے لیے کافی ہوں۔ فطرت چونکہ حقیقی صداقت ہے، اس لیے مذہب اسلام کی بنیاد خالق فطرت نے فطرت پر رکھی ہے اور جس کی بابت یوں ارشاد فرمایا ہے:

فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِیْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَیْهَا لَا تَبْدِیْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ (پ ۲۱۔ الروم۔ رکوع ۴)

یہ اللہ تعالیٰ کا وہ قانونِ فطرت ہے جس پر اس نے انسان کو پیدا کیا ہے (یعنی انسانی فطرت اسی دین کے موافق ہے) اور اس قانون میں تبدیلی ممکن نہیں ہے۔

سچا مذہب وہ ہوتا ہے جو من جانب اللہ قطعی اور محکم طریقہ سے منکشف ہوتا ہے اور ہر صحیح الفطرت اس کے سامنے سرِ تسلیم خم کر دیتا ہے۔ وہ بنایا نہیں جاتا اور نہ اس میں مخلوق کی ایجاد و اختراعات کا سوال پیدا ہوتا ہے۔ غلط اور نادرست مذہب کی شناخت یہ ہوتی ہے کہ اس کی بنیاد ان خیالات اور اوہام پر قائم کی جاتی ہے جو دل کی دنیا میں پیدا ہوتے اور خواہشات کے دریا اور طوفان میں بہہ جاتے ہیں اور نفس الامر سے ان کا کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ وہ فطرت سے بیگانہ اور حقیقت اور صداقت سے کوسوں دُور ہوتے ہیں۔ مگر ان کی ظاہری چمک دمک سادہ لوح اور سطحی قسم کے لوگوں کی نارسا آنکھوں کو خیرہ کر دیتی ہے اور وہ اس سے متاثر ہو کر اس دامِ ہمرنگِ زمین کا شکار ہو جاتے ہیں۔

جس قدر مستقبل سے متعلق کسی کو زیادہ علم حاصل ہوگا اسی قدر وہ زیادہ صحیح قانون اور آئین بنا سکے گا۔ مخلوق کے پاس مستقبل سے متعلق علم حاصل کرنے کے ذرائع اور وسائل، تجربہ، قیاس اور حواس وغیرہ سب کے سب محدود، ناتمام اور ناقص ہیں۔ اس لیے مخلوق کے مجوزہ قوانین کبھی ناقابلِ ترمیم نہیں ہو سکتے۔ ملک اور قوم کے چیدہ چیدہ اور منتخب قانون ساز بڑی کوشش اور کاوش سے بسیار بحث و تمحیص کے بعد ایک قانون تجویز کرتے ہیں مگر تھوڑے سے عرصے کے بعد اس میں ترمیم کا پیوند لگانا پڑتا ہے اور ہمیشہ اس امر کا مشاہدہ ہوتا رہتا ہے اور تاقیامت ہوتا رہے گا۔ ہر قانون اور آئین کے بنانے کا ایک مدعا اور

مقصد ہوتا ہے۔ قانون ساز کو اگر قانون پر عمل کرنے والوں کے ساتھ شفقت اور ہمدردی ہے اور وہ ان کا حقیقی خیرخواہ اور خودغرضی سے بالا ہے تو وہ ایسا قانون بنائے گا جس سے قانون پر چلنے والوں کو نفع اور فائدہ پہنچے گا اور اس بات کے تسلیم اور یقین کر لینے میں کیا تامل ہو سکتا ہے کہ مفید اور ناقابلِ تنسیخ قانون صرف وہی بنا سکتا ہے جو ہر لحاظ سے کامل علم رکھتا اور بہمہ وجوہ علیم و خبیر ہو، حقیقی ہمدرد اور مہربان ہو، خودغرضی سے بے نیاز اور مطلب پرستی سے بے احتیاج و بے پروا ہو۔ ظاہر ہے کہ مخلوق سے متعلق خالق کے سوا علم تام اور کسی کو نہیں ہو سکتا۔ مخفی نہیں کہ الرحمٰن سے زیادہ مہربان کوئی دوسرا نہیں ہو سکتا اور پوشیدہ نہیں کہ الصمد سے بڑھ کر بے نیاز اور کوئی نہیں۔ لہٰذا خدا تعالیٰ کے سوا کوئی دوسری ہستی ایسی نہیں ہو سکتی جو مخلوق کے لیے کامل و مکمل اور ناقابلِ ترمیم قانون اور آئین بنا سکے۔ اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ

چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ اس قادر و مقتدر خدا کا بنایا ہوا قانونِ فطرت تمام موجودات میں جاری و ساری ہے۔ جمادات، نباتات اور حیوانات سب اس کے قانون میں (جس کو سنت اللہ یا قانونِ قدرت کہا جاتا ہے) جکڑے ہوئے ہیں اور کسی میں اس کی خلاف ورزی کی تاب نہیں۔ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا اور اگر ہم خدا تعالیٰ کے اس قانون میں (جس کو لاء آف نیچر کہتے ہیں) ترمیم اور تنسیخ کا اختیار رکھتے تو سرو کے درخت میں آم اور بادام پیدا کر دیتے۔ بیروں اور کھجوروں میں گٹھلیاں پیدا نہ ہونے دیتے۔ گدھے کے سر پر سینگ پیدا کر دیتے یا گدھے کے سر کی طرح گائے بیل اور بھینس کے سر سے سینگ الگ کر دیتے اور اپنی اس حماقت اور جہالت کو عقل و دانائی قرار دیتے کہ اس مصلحت اندیشِ حقیقی کے قانون میں اصلاح و ترمیم کرنے والے بن جاتے لیکن اس کا قانون ہماری دسترس سے باہر، ہر عیب و سقم سے پاک، ہر اعتبار سے ناقابلِ ترمیم اور تمام موجوداتِ عالم میں پوری طاقت اور شوکت کے ساتھ نافذ ہے اور تمام مخلوقاتِ عالم ایک ذرۂ بے مقدار سے لے کر آفتابِ عالم تاب تک، ثریٰ سے لے کر ثریا تک اور فرش سے لے کر عرش تک اس کی تعمیل اور فرمانبرداری میں ہمہ تن مصروف اور بے اختیار ہے۔

مخلوقاتِ عالم میں صرف انسان ہی ایک ایسی مخلوق ہے جس کو خدا تعالیٰ نے خاص قسم کی صلاحیت اور استعداد عطا فرما کر ایک محدود دائرہ میں آزاد ارادہ اور اختیار دے دیا ہے اور اسی آزاد ارادہ اور اختیار کے لیے اس کو قانون دے کر اس کی تعمیل چاہی ہے۔ اسی قانون کا نام دین اور مذہب ہے اور اسی کی تعلیم اور یاد دہانی کے لیے اللہ تعالیٰ کے پیغمبر مبعوث ہوتے رہے ہیں اور اسی سلسلۂ تعلیم کو امام الانبیاء، سید الرسل، خاتم النبیین حضرت محمد مصطفےٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے مبعوث ہو کر پایۂ تکمیل تک پہنچایا اور اسی کا آپ کی وفات حسرت آیات سے اکیاسی روز قبل ہزاروں کی تعداد میں ان قدسی صفات اور پاک نفوس کے بھرے مجمع میں میدانِ عرفات کے اندر نویں ذی الحجہ کو جمعہ کے دن بعد عصر کے وقت یہ اعلان کروایا گیا کہ :-

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ط (پ ۶ - المائدہ - رکوع - ۱)

آج میں نے تمہارے لیے تمہارے دین کو مکمل کر دیا اور تمہارے اوپر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لیے میں نے دینِ اسلام کو پسند کیا۔

اس اعلانِ خداوندی کا یہی منشا ہے کہ قیامت تک اب دین میں کسی ترمیم و تنسیخ اور حذف و اضافہ کی نہ تو کوئی ضرورت ہے اور نہ گنجائش۔ ہدایت کے لیے جن احکام کی ضرورت تھی وہ اصولاً سب نازل کر دیے گئے ہیں۔ اب جو شخص دین میں کسی ایسی چیز کا اضافہ کرتا ہے، جس کی تعلیم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو نہیں دی (باقی صفحہ پر)